

اللہ کا ذکر — روح کی زندگی

ڈاکٹر علی بن عمر بادحدح

ترجمہ: خدا بخش کلیار

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی کی ایک مٹھی اور روح کی ایک پھونک سے پیدا فرمایا۔ مٹی کے جزو کے لیے کھانا پینا آسان کر دیا جس سے جسم نشوونما پاتا ہے اور بدن میں قوت آتی ہے، لیکن جہاں تک روح کا تعلق ہے وہ ایک بڑا راز ہے جس کی حقیقت کو انسان نہیں سمجھ پاتا۔

روح کی غذا، قوت، زندگی اور اس کی حفاظت اس کے خالق اور موجد کے مقرر کردہ طریق کار سے ہی ممکن ہے: **أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** (الملك ۶۷: ۱۴) ”کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے روح کے لیے وہ چیز بنائی ہے جس سے اسے بلندی، ارتقا، لطافت اور سرور حاصل ہو۔

ذکر: معنی و مفہوم

[”ذکر“ کا لفظ قرآن میں اصطلاحاً کلامِ الہی کے لیے استعمال ہوا ہے جو سر اسر نصیحت بن کے آتا ہے۔ پہلے جتنی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی تھیں وہ سب بھی ”ذکر“ تھیں اور یہ قرآن بھی ”ذکر“ ہے۔ ذکر کے اصل معنی ہیں ”یاد دلانا“، ”ہوشیار کرنا“، اور ”نصیحت کرنا“۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۴۹۸)]

”روح کو جس چیز سے سب سے زیادہ توانائی اور راحت حاصل ہوتی ہے وہ اس کے خالق کا ذکر ہے۔ اسی سے وہ غذا پاتی ہے اور وہی اس کی معراج اور زینت ہے۔ وہی اس کا ہتھیار ہے جس سے وہ تقویت پاتی ہے۔ یہ وہ پروانہ ولایت ہے کہ جسے دیا گیا وہ منزل پر پہنچا اور جس سے روک لیا گیا وہ محروم رہا۔ یہ لوگوں کے دلوں کی خوراک ہے کہ جب وہ نہیں ملتی تو ان کے جسم قبریں بن کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ان کے گھروں کی آبادی ہے کہ جب وہ اس سے خالی ہو گئے تو وہ برباد ہو گئے۔ یہ وہ اسلمہ ہے جس کے ساتھ وہ رہنوں سے لڑتے ہیں۔ یہ وہ پانی ہے جس سے وہ آگ کے شعلے بجھاتے ہیں اور یہ بیماریوں کی وہ دوا ہے کہ جب نہیں ملتی تو ان کے دل بیمار پڑ جاتے ہیں۔ یہ قرب کا وہ وسیلہ ہے جو انھیں علام الغیوب تک پہنچاتا ہے۔ اسی کے ذریعے وہ آفات سے اپنا دفاع کرتے ہیں اسی سے تکالیف دور ہٹاتے ہیں اور اسی کے باعث مصیبتیں ان پر آسان ہو جاتی ہیں۔ جب ان پر کوئی آزمائش آتی ہے تو وہی ان کی پناہ گاہ ہے۔ جب بلائیں ان پر نازل ہوتی ہیں تو وہی ان کو بچاتا ہے۔ وہی ان کے جنت کے باغات ہیں جن میں وہ چلتے پھرتے ہیں اور ان کی خوش بختی کا اس المال بھی وہی ہے جس سے وہ تجارت کرتے ہیں۔ وہ افسردہ دل کو مسرت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ وہ ڈاکر کو مذکور سے ملاتا ہے اور اسے ڈاکر کو بنا دیتا ہے“ (تہذیب المدارج، ص ۴۶۳)۔۔۔ کتنی عمدہ ہے ذکر کی یہ تعریف جو ابن التیم نے کی ہے۔ وہ کتنے بڑے صاحب فہم ہیں۔ ان معانی پر غور تو کرو!

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا
 (الاحزاب ۳۳: ۴۱) ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔“
 اور اس کے لیے وقت کی کوئی تخصیص نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنَ
 أَنَاثِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ (حلہ ۲۰: ۱۳۰)
 ”اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی، شاید کہ تم راضی
 ہو جاؤ۔“ اور کوئی حالت بھی ذکر سے مستثنیٰ نہیں فرمایا: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ
 قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (آل عمران ۳: ۱۹۱) ”وہ ہوش مند لوگ
 جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“

ذکر غفلت اور نسیان کی ضد ہے۔ غفلت ذکر کو عمداً ترک کر دینا اور نسیان غیر ارادی
 طور پر ذکر کا ترک ہو جانا ہے۔ قرآن کریم میں غفلت کا حوالہ اس سے ممانعت اور
 اس سے پرہیز کے ضمن میں دیا گیا ہے۔ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
 وَ خَيْفَةً وَ ذُؤُنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُقِ وَ الْأَصْحَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ
 الْغَافِلِينَ (الاعراف ۷: ۲۰۵) ”اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو، دل ہی دل
 میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ اور ان لوگوں
 میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ وَ كَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا
 (الکہف ۱۸: ۲۸) ”کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی
 یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور
 جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔“ نسیان اس طرح کا نہیں ہوتا کیوں کہ
 اس کا صدور ارادے سے نہیں ہوتا اور اس سے متعلق قرآن عظیم نے وضاحت کی
 ہے: وَ اذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (الکہف ۱۸: ۲۴) ”اور اگر بھول ہو جائے
 تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کرو۔“

ذکر و معنوں پر مشتمل ہے:

قلبی ذکر: تذکر کے معنی کسی شے کا ذہن میں اس طرح استحضار ہے جیسا کہ تمہارا یہ کہنا ”مجھے ایک ایسا اور ایسا حادثہ یاد آتا ہے“ جب کہ تم نے اس حادثے کو اپنے ذہن میں حاضر کر لیا اور اس کی تفصیلات ذہن کے پردے پر آگئیں۔ یہ معنی ہیں نسیان کی ضد کے۔ اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: **وَالَّذِينَ إِذَا**

فَعَلُوا فَاِحْتِسَاءً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

لِذُنُوبِهِمْ (آل عمران ۳: ۱۳۵) ”ایسے نیک لوگ جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں“۔ پس ذکر کی بنیاد دل میں مذکورہ شے کی یاد اور توجہ ہے۔

قولی ذکر: اس سے مراد زبان سے الفاظ کی ادا گی ہے اور اسی مفہوم میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے لہذا جب یہ کہا جائے کہ: ”فلاں صاحب پابندی سے اذکار کرتے ہیں“ تو مفہوم یہی ہوتا ہے کہ وہ الفاظ سے انھیں ادا کرتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا**

(الاحزاب ۳۳: ۴۱) ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو“۔

زبان سے قول کو ذکر کا نام دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ دل کے ذکر پر دلیل ہے۔ اور

زیادہ تر زبانی قول کو ذکر کا نام دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شعوری طور پر وہی ذہن میں

آتا ہے۔ (المفہم ۶-۷)

لہذا ہمارے نزدیک ذکر دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ذکر تذکر کے معنی میں، جس سے مقصود اللہ کی یاد اس کی عظمت و خشیت، اس کی حفاظت و نگرانی، اس کی نعمت کا احساس، حتیٰ کہ بندے کے دل میں اس کی بڑائی سما جائے۔ وہ اللہ سے ڈرے اور سمجھے کہ وہ اس کی نظر میں ہے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اسی طرح سے زبان سے ذکر ہے جو قلبی ذکر کا ثمرہ ہے، اس پر گواہ ہے اور اس کی ترجمانی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اللہ کی عظمت کو دل میں جگہ دی، اپنی زبان سے اللہ کی تسبیح، تہلیل اور تکبیر کی، اس کے حضور میں گریہ و زاری اور دعا کی، وہی صحیح معنوں میں ذاکر ہے۔

دائمی ذکر

[اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔ انسان کے شعور سے گزر کر اس کے تحت الشعور اور لاشعور تک میں جب یہ خیال گہرا اتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر کھائے گا۔ فارغ ہو گا تو الحمد للہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ، الحمد للہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ اور اس طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلب گار ہوگا۔ ہر مشکل میں اس سے رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اس سے دعا مانگے گا۔

غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی عبادات ہیں ان کے لیے بہر حال کوئی وقت ہوتا ہے جب وہ ادا کی جاتی ہیں اور انھیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اعمال کے وقت ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت خدا کی طرف راغب اور اس کی زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے۔ یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادات اور دینی کام ٹھیک اسی طرح پر وان چڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں جس طرح ایک پودا ٹھیک اپنے مزاج کے مطابق آب و ہوا میں لگا ہوا ہو۔ اس کے برعکس جو زندگی اس دائمی ذکر خدا سے خالی ہو اس میں محض مخصوص اوقات میں یا مخصوص مواقع پر ادا کی جانے والی عبادات اور دینی خدمات کی مثال اس پودے کی سی ہے جو اپنے مزاج سے مختلف آب و ہوا میں لگایا گیا ہو اور محض باغبان کی خاص خبر گیری کی وجہ سے چل رہا ہو۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۹۶-۹۷)

ذکر کا مقام و مرتبہ

ذکر اکبر: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **أُنزِلَ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ط إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ** (العنکبوت ۲۹: ۲۵) ”اے نبیؐ، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے اس پر کہ اللہ کا ذکر فقط کبیر نہیں ہے بلکہ اکبر ہے

ذکر و معنوں پر مشتمل ہے:

قلبی ذکر: تذکر کے معنی کسی شے کا ذہن میں اس طرح استحضار ہے جیسا کہ تمہارا یہ کہنا ”مجھے ایک ایسا اور ایسا حادثہ یاد آتا ہے“ جب کہ تم نے اس حادثے کو اپنے ذہن میں حاضر کر لیا اور اس کی تفصیلات ذہن کے پردے پر آگئیں۔ یہ معنی ہیں نسیان کی ضد کے۔ اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: **وَالَّذِينَ إِذَا**

فَعَلُوا فَاِحْتِسَاءً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

لِذُنُوبِهِمْ (آل عمران ۳: ۱۳۵) ”ایسے نیک لوگ جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں“۔ پس ذکر کی بنیاد دل میں مذکورہ شے کی یاد اور توجہ ہے۔

قولی ذکر: اس سے مراد زبان سے الفاظ کی ادا گی ہے اور اسی مفہوم میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے لہذا جب یہ کہا جائے کہ: ”فلاں صاحب پابندی سے اذکار کرتے ہیں“ تو مفہوم یہی ہوتا ہے کہ وہ الفاظ سے انھیں ادا کرتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا**

(الاحزاب ۳۳: ۴۱) ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو“۔

زبان سے قول کو ذکر کا نام دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ دل کے ذکر پر دلیل ہے۔ اور

زیادہ تر زبانی قول کو ذکر کا نام دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شعوری طور پر وہی ذہن میں

آتا ہے۔ (المفہم ۶-۷)

لہذا ہمارے نزدیک ذکر دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ذکر تذکر کے معنی میں، جس سے مقصود اللہ کی یاد اس کی عظمت و خشیت، اس کی حفاظت و نگرانی، اس کی نعمت کا احساس، حتیٰ کہ بندے کے دل میں اس کی بڑائی سما جائے۔ وہ اللہ سے ڈرے اور سمجھے کہ وہ اس کی نظر میں ہے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اسی طرح سے زبان سے ذکر ہے جو قلبی ذکر کا ثمرہ ہے، اس پر گواہ ہے اور اس کی ترجمانی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اللہ کی عظمت کو دل میں جگہ دی، اپنی زبان سے اللہ کی تسبیح، تہلیل اور تکبیر کی، اس کے حضور میں گریہ و زاری اور دعا کی، وہی صحیح معنوں میں ذاکر ہے۔

دائمی ذکر

[اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔ انسان کے شعور سے گزر کر اس کے تحت الشعور اور لاشعور تک میں جب یہ خیال گہرا اتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر کھائے گا۔ فارغ ہو گا تو الحمد للہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ، الحمد للہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ اور اس طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلب گار ہوگا۔ ہر مشکل میں اس سے رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اس سے دعا مانگے گا۔

غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی عبادات ہیں ان کے لیے بہر حال کوئی وقت ہوتا ہے جب وہ ادا کی جاتی ہیں اور انھیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اعمال کے وقت ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت خدا کی طرف راغب اور اس کی زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے۔ یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادات اور دینی کام ٹھیک اسی طرح پر وان چڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں جس طرح ایک پودا ٹھیک اپنے مزاج کے مطابق آب و ہوا میں لگا ہوا ہو۔ اس کے برعکس جو زندگی اس دائمی ذکر خدا سے خالی ہو اس میں محض مخصوص اوقات میں یا مخصوص مواقع پر ادا کی جانے والی عبادات اور دینی خدمات کی مثال اس پودے کی سی ہے جو اپنے مزاج سے مختلف آب و ہوا میں لگایا گیا ہو اور محض باغبان کی خاص خبر گیری کی وجہ سے چل رہا ہو۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۹۶-۹۷)

ذکر کا مقام و مرتبہ

ذکر اکبر: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **أُنل مَأْ أَوْجَى إِلِنك مِّنَ الْكُتُبِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ط إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ط وَاللَّهُ يُعَلِّمُ مَا تَصْنَعُونَ** (العنكبوت ۲۹: ۲۵) ”اے نبیؐ، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز بخش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو“۔ یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے اس پر کہ اللہ کا ذکر فقط کبیر نہیں ہے بلکہ اکبر ہے

علماء و مفسرین نے ذکر کے کئی واضح اور آسان معانی بیان کیے ہیں جو قابل توجہ ہیں اور ذکر اکبر کی وضاحت کرتے ہیں۔

اول: اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل عبادت ہے کیوں کہ جملہ طاعات کا مقصود اللہ کے ذکر کا قیام ہے۔ وہ عبادات کا راز اور ان کی روح ہے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت اللہ سے تعلق اس کی عظمت کا استحضار اس کی نگرانی کا شعور اور اس کے انعامات کی یاد ہے۔ لہذا عبادات سب کی سب ذکر ہیں۔

دوم: جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو تو وہ تمہارا ذکر کرتا ہے۔ اس کا تمہارے لیے ذکر اس کے لیے تمہارے ذکر سے بہت بڑا ہے اور یہ عظیم بات ہے۔ اے ضعیف اور عاجز انسان! تو قوی اور قادر مطلق اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو فقیر اور حقیر انسان غنی اور عظیم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تیرے ذکر کے مقابلے میں اس کا ذکر کتنا عظیم اور کتنا بلند ہے!

سوم: اللہ کا ذکر اس سے بلند و برتر ہے کہ اس کے ساتھ فحش اور منکر باقی رہے بلکہ جب ذکر مکمل ہوتا ہے تو خطا اور معصیت کو مٹا دیا جاتا ہے۔ بخدا! ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ (تہذیب المدارج، ص ۴۶۳)

اجر عظیم: اگرچہ ذکر بذات خود بہت بڑی چیز ہے مگر اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے۔ وہ تمہاری رحوں کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں خیر ہے، اور تمہارے لیے اس میں جہاد سے بھی زیادہ خیر ہے جس میں تم خدا کے دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: وہ اللہ عزوجل کا ذکر ہے۔ (مسند

احمد، جامع ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ اکبر! کتنا بڑا درجہ ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں مال کے خرچ کرنے اور اس کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی بڑا ہے۔ غور کرو کہ کس طرح سے نبیؐ نے یہ بات فرمائی جو اس اجر کی عظمت کا اظہار کرتی اور اس کا شوق دلاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے اس سوال سے ابتدا کی جو جاذب قلب و نظر ہے، اور سوال کا مضمون ایسا ترتیب دیا کہ جس سے اہل ایمان میں بے قراری، ان کے دلوں میں ولولہ اور جذبات میں تلاطم پیدا ہوا۔ وہ اسے جاننے کے لیے بے تاب، اس پر لبیک کہنے کے مشتاق اور عملی اقدام کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ یہ ذکر کی اہمیت، اس کی بلند منزلت اور اس کے اظہار اور معانی کے واضح ابلاغ کا طریقہ تھا جو آنحضرتؐ نے اختیار فرمایا۔

عبادات سے تعلق: ذکر طاعات کا نچوڑ اور عبادات کا جوہر ہے اور اکثر ظاہری فرائض اور شعائر کی بنیاد ہے۔ عبادات کی ادائیگی سے قبل ان کے لیے تیاری ہوتی ہے اور ذکر ان کے اعمال اور ارکان کے ساتھ ان کے جزو کے طور پر ہوتا ہے اور عبادات سے فراغت پر اسی کے ساتھ ان کا اختتام ہوتا ہے۔

ہم نماز ہی کی مثال لیتے ہیں۔ ذکر نماز سے پہلے آتا ہے۔ اذان ذکر ہے جو تکبیر، تہلیل اور شہادتین کے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے اور مؤذن کی متابعت سنت ہے۔

نبیؐ نے فرمایا: اذان سے فراغت کے بعد جس نے کہا: اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ

الدُّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اِنَّ مُحَمَّدًا بِنِ الْوَسِيْلَةِ

وَالْفَضِيْلَةِ وَاَبْعَثْتَهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا بِنِ الَّذِي وَاَعْدْتَهُ (اے اللہ اس

دعوت تامہ، کاملہ اور اس صلوة قائمہ کے رب! محمد ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت کا

خاص مرتبہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا

ہے) تو وہ بندہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہوگا (بخاری)۔ نماز

سے قبل وضو، شرائط نماز میں سے ہے اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد بھی ذکر ہے،

جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:
 ”تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے کامل وضو کیا، پھر کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ
 اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
 مگر یہ کہ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل گئے، جس دروازے سے
 چاہے داخل ہو جائے“ (مسلم)۔ اور ترمذی نے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ
 النَّوَابِيْنِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ کا اضافہ کیا ہے۔

نص قرآنی کی رو سے نماز کا مقصود ذکر ہے۔ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ (طہ)
 ۲۰: ۱۴) ”اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر“۔ اس کا رکن اول، تکبیر تحریمہ ذکر ہے
 اور اس کا رکن اعظم فاتحہ کی قرأت ذکر ہے۔ اور اس کے رکوع میں اللہ کے عظیم نام
 کی تسبیح ہے اور اس کے سجدے میں اس کے اسمِ اعلیٰ کی تسبیح ہے اور رکوع سے
 اٹھنے پر حمد ہے اور ذکر ہے۔ اس کے دو سجدوں کے درمیان استغفار ہے اور ذکر
 ہے، اور نماز کی ادائیگی کے بعد ذکر کی ہدایت کی گئی ہے۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ (النساء: ۴)
 ۱۰۳) ”پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں
 اللہ کو یاد کرتے رہو“۔ نبیؐ السلام علیکم کہنے کے بعد تین مرتبہ استغفر
 اللہ کہتے جیسا کہ حضرت ثعبانؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ جب نماز سے سلام
 پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار کی دعا کرتے اور کہتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ
 مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكَتْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (مسلم)۔ اور نمازوں
 کے بعد بہت سے اذکار مسنونہ کی روایت ہے۔ چنانچہ نماز ساری کی ساری ثنا ہے،
 خشوع و خضوع ہے اور دعا ہے۔

دوسری مثال حج کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ط فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُواْ كَمَا هَدَاكُمْ (البقرہ ۲: ۱۹۸)

”اور حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اسی طرح یاد کرو جس کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے۔“ حج کا آغاز ذکر ہی سے ہوتا ہے۔ احرام کی ابتدا تلبیہ سے ہوتی ہے اور یہ وہ ذکر ہے جس کے ساتھ آوازیں رب سموات وارض کی توحید اور اس کے حضور حاضری کے اعلان کے ساتھ بلند ہوتی ہیں۔ طواف اور سعی ذکر ہے اور تکبیر ہے اور تہلیل، جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا: ”بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار اللہ کے ذکر کے لیے مقرر کیے گئے ہیں“۔ عرفات کا قوف پورے کا پورا اذکار اور دعائیں ہیں اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کلمہ وہ ہے جو میں کہتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کہا: لا الہ الا اللہ۔ اور حج کے اختتام پر ذکر کی نصیحت ہے: فَإِذَا قَضَيْتُمْ مِّنَاسِبِكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَنْشُدُوا (البقرہ ۲: ۲۰۰) ”پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے اپنے آبا و اجداد کا ذکر کرتے تھے، اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر“۔ حتیٰ کہ جہاد میں صف بندی، تلواروں کے نکرانے اور اس میں موت کے وقت بھی ذکر کی ہدایت ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِينُمْ فِئَةً فَانْبِتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الانفال ۸: ۲۵) ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تو قہر ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔“

اہل ذکر، سبقت لے جانے والے: ذکر بہت بڑی چیز ہے اس کا اجر بہت بڑا ہے اور اہل ذکر سبقت لے جانے والے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: مفردوں سبقت لے گئے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! مفردوں کون ہیں؟ فرمایا: بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

(مسلم)

مفردین کے معنی میں ابن قتیبہ نے کہا ہے: وہ لوگ جن کی نسل ہلاک ہو گئی اور وہ تنہا رہ گئے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے باقی رہے۔ اور ابن اعرابی نے کہا: وہ آدمی جس نے غور و فکر کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں یکسو ہو گیا۔ اور ازہری نے کہا: وہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پیچھے رہ گئے ہیں (مسلم) بشرح النووی)۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اس اہم صفت کے باعث جس نے ان کو سبقت لے جانے والے بنا دیا دوسروں سے ممتاز اور مفرد ہیں اور وہ صفت کثرت ذکر ہے۔

اہل ذکر کا بلند مرتبہ: اہل ذکر فقط نوع بشر کے ہی سابقین نہیں بلکہ وہ بزرگ فرشتوں کے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں، مشابہ اور ان کے ہاں فخر و مباہات کے مقام پر فائز ہیں۔ وہ فرشتے جو فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جن کی تخلیق عبادت پر ہے اور جو دن رات بغیر توقف کے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں کیوں کہ ان کی پیدائش کی اصل اور ان کے وجود کی غایت ہی ذکر اور عبادت ہے۔ اور اس سب کچھ کے باوجود مومن اہل ذکر وہ بلند منزلت رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ذکر کا فرشتوں سے فخر کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ (تہذیب المدارج، ص ۴۶۶)

اس دلیل کی وضاحت حضرت معاویہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے حلقہ میں تشریف لائے اور استفسار فرمایا: کس چیز نے تمہیں یہاں بٹھایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور اس کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم! کیا صرف اسی چیز نے تمہیں بٹھایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: بخدا! ہمیں صرف اسی چیز نے بٹھایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”خدا کی قسم! میں نے تم سے حلف تمہارے اوپر کسی بدگمانی کے باعث نہیں لیا بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تمہارے اوپر فخر فرما رہا ہے۔“ (النهاية)

(۱/۱۶۹)

فرشتے مجالس ذکر تلاش کرتے ہیں، وہاں جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو ان کی طرف بلا تے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے جو مجالس ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں، جو نہی وہ کسی مجلس کو پا لیتے ہیں جس میں ذکر ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں حتیٰ کہ زمین اور آسمان دنیا کے مابین کو بھر دیتے ہیں (مسلم)۔ مشہور حدیث ہے:

”جب اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو سکھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے، فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں سے فرماتے ہیں“ (مسلم)۔ اور سب سے بڑی بات تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی: فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْا (البقرہ ۲: ۱۵۲) ”تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو، کفران نعمت نہ کرو“۔ کون سا شرف اور کون سا فخر اس سے برتر ہے کہ اللہ رب

حدیث قدسی ہے: ”میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں، جب وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجمع (فرشتوں) میں کرتا ہوں۔“

ذکر کے فوائد و ثمرات

اجر و ثواب کا آسان نسخہ

مسلمان ثواب کے حصول کا حریص اور زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا طلب گار ہے۔ طاعات میں کوشاں رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مصروفیات کی کثرت، مشکلات، دل کش بہکاووں اور تفریح گاہوں کے ہوتے ہوئے بھی فکر مند رہتے ہو کہ اپنی نیکیوں کے کھاتے میں اضافہ کرو۔ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ذکر اجر کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ میں تمہیں ذکر کے بڑے اجر و ثواب کا انکشاف کرنے والی نصوص کا چھوٹا سا مجموعہ پیش کروں گا جو سمندر میں سے ایک قطرے کے مصداق ہے۔

(الف) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”جس نے ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہا اور یہ ۹۹ ہوئے اور پورا کرنے کے لیے لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر کہا تو اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“ (مسلم)

(ب) حضورؐ کا ارشاد ہے: ”دو کلمے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے مگر میزان میں

بہت وزنی ہیں، رحمان کو بہت پیارے ہیں: سبحان اللہ و بحمدہ

سبحان اللہ العزیز۔“ (متفق علیہ)

(ج) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ”جس نے لا الہ الا اللہ
 وحده لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قد
 یردن میں ۱۰۰ مرتبہ کہا تو اس کے لیے ۱۰۰ اگاموں کو آزاد کرنے کے ساتھ ۱۰۰
 نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے ۱۰۰ گناہ مٹا دیے جائیں گے اور اس دن شام
 تک وہ شیطان کے شر سے بچا رہے گا۔ اور جس شخص نے یہ پڑھا تو کوئی اس سے
 بہتر عمل نہ کر سکے گا سوائے اس کے جو اس عمل کو اس سے زیادہ کرے۔

(مسلم)

(د) حضورؐ نے فرمایا: ”مجھے سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ
 واللہ اکبر کہنا ہر اس چیز سے عزیز تر ہے جس پر سورج چمکتا ہے۔ (مسلم)
 (ہ) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ
 کے پاس جمع تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ
 وہ روزانہ ہزار نیکیاں کمالے؟“ مجلس میں سے کسی نے سوال کیا: ”وہ ہزار نیکیاں
 کیسے ماسکتا ہے؟“ تو آپؐ نے فرمایا: ”وہ ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ کہے تو اس
 کے لیے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں مٹا دی جائیں گی۔“
 (مسلم)

حفظ و سلامتی

اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے والے کے لیے ذکر کو شیطان کے وسوسے اس کی برائی
 اس کی پھونک اور جھوک سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ لہذا ذکر اللہ کے اذن سے
 محفوظ رہتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں چھوتی۔ ذکر سے اسے محفوظ پناہ گاہ اور
 مضبوط باڑ حاصل ہے اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ کی یاد ہے اور اس کی زبان پر
 اللہ کا ذکر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن حبیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ: ”تم قُل
 ہو اللہ اور معوذتین صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھو وہ تمہارے لیے ہر چیز سے

ب۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ کا ارشاد مروی ہے کہ ”جب نماز کے لیے ندا دی جاتی ہے تو شیطان گوزاڑاتا ہوا پیچھے کو بھاگتا ہے اور جب اذان ہو چکتی ہے تو وہ آگے بڑھتا ہے۔ اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جب اقامت ہو چکتی ہے تو آگے بڑھتا ہے۔ وہ آدمی کے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر۔ جب تک کہ وہ یاد نہیں کر لیتا اس کو اس کی وسوسہ اندازی جاری رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بندے کو کچھ یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔“ (متفق علیہ)

ج۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ کا فرمان ہے: ”جو شخص اپنے گھر سے نکلا اور اس نے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لیا تو اسے کہا جاتا ہے کہ تیرے لیے یہ کافی ہے اور تونج گیا اور تو نے ہدایت حاصل کر لی۔ اور شیطان کو اس سے ہٹا دیا جاتا ہے۔“ (ترمذی)

د۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ”جو مسلمان ہر روز صبح اور شام کو بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی وہ سننے اور جاننے والا ہے) ۳ مرتبہ پڑھے اسے کوئی شے نقصان نہیں دے گی۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

ه۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے حضورؐ سے روایت کیا ہے ”جو شخص سورہ البقرہ کی آخری دو آیات رات کے وقت پڑھے تو وہ اس کے لیے گناہت کریں گی۔“ (متفق علیہ)

ذرا تم ان اثرات پر غور کرو جو ذاکر ہونے سے تم حاصل کرو گے۔ اپنے ماحول پر نظر دوڑاؤ اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھو۔ تم دیکھو گے کہ کسی کو جن نے چھوڑ رکھا ہے، کوئی سحر زدہ ہے یا اسے شیطان نے بہکا رکھا ہے، اور تم اللہ کے فضل سے اس سب کچھ سے محفوظ ہو۔ بلکہ اللہ عزوجل کا ذکر نفاق سے امان ہے کیوں کہ منافقین اللہ تعالیٰ کا ذکر کم ہی کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمان الہی ہے: لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء: ۴: ۱۴۲) ”وہ خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں“۔ حضرت کعبؓ نے کہا: ”جس نے اللہ کا ذکر کثرت سے کیا وہ نفاق سے بری ہو گیا (الوابل الصیب، ص ۱۷۲-۱۷۳)۔ ابو خلا والمصری نے ذکر کی قلعہ بندی کے بارے میں کتنی عمدہ بات کہی ہے: ”جو اسلام میں داخل ہوا وہ قلعہ میں داخل ہوا، جو مسجد میں داخل ہوا وہ دو قلعوں میں داخل ہوا اور جو اللہ کا ذکر کرنے والی مجلس میں بیٹھا وہ تین قلعوں میں داخل ہو گیا“۔ (الوابل الصیب)

علم اور زندگی

ذکر دلوں کی زندگی اور غفلت ان کی موت ہے۔ ذکر سے دلوں کو حقیقی ایمان کی زندگی ملتی ہے اور اللہ کے ساتھ دائمی تعلق قائم ہوتا ہے۔ حضورؐ سے روایت ہے: ”اپنے رب کو یاد کرنے والے اور اسے یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے“ (بخاری)۔ مسلم کی روایت ہے: ”اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے زندہ کی اور جس گھر میں ذکر نہیں ہوتا مردہ کی ہے“۔ گھر کے زندہ اور مردہ سے مراد گھر کے رہنے والے ہیں۔ ذاکر کے زندہ ہونے کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ وہ نور حیات سے مزین ہے، اور اس کا باطن نور معرفت سے جب کہ ذکر نہ کرنے والوں کے گھر ظاہری طور پر بنجر اور باطنی طور پر ویران اور تاریک ہوتے

ہیں۔

جب دل زندہ ہوتا ہے تو وہ ایمان کے ساتھ آباد ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نصیحت اس پر اثر انداز ہوتی ہے اور یاد دہانی اسے فائدہ دیتی ہے وعدہ اسے طمع اور ترغیب دلاتا ہے اور وعید اسے خوف دلاتی ہے۔ پس وہ زندگی میں کامل اور بڑا اثر قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ:

(الف) وہ نرم ہوتا ہے نہ کہ سخت۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ نَلَيْنُ

جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (الزمر ۳۹: ۲۳) ”اللہ کا

ذکر (قرآن مجید) سن کر ان لوگوں کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی

طرف راغب ہو جاتے ہیں“۔ اور جس کا دل سخت ہو اور وہ اسی حال میں مر گیا،

اس کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے: فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ

(الزمر ۳۹: ۲۲) ”تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کی نصیحت سے

اور زیادہ سخت ہو گئے“۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا ”اے ابوسعید! میں تم

سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کرتا ہوں“۔ انھوں نے کہا: ”اے ذکر سے

پگھلاؤ۔ یہ اس لیے کہ دل میں جتنی شدید غفلت ہوتی ہے اتنی ہی شدید اس میں سختی

آتی ہے اور جب اس میں اللہ کی یاد آتی ہے تو یہ قساوت تحلیل ہو جاتی ہے“۔

بے شک قرآن کریم زندہ دلوں کو تحریک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّمَا

الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا اللَّهَ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا نُلِيَتْ عَلَيْهِمُ

آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (الانفال ۸: ۲) ”سچے

اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی

آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب

پر اعتماد رکھتے ہیں“۔ بلکہ ذکر کا اثر بہت بڑا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَوْ

أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر ۵۹: ۲۱) ”اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتا دیا

ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے“۔

(ب) وہ یاد رکھنے والا نہ کہ بھلا دینے والا اور غور و فکر کرنے والا نہ کہ غفلت شعار

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**

وَ اٰخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّاُولٰٓئِى الالْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَّ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۙ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا

عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۳: ۱۹۰-۱۹۱) ”زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں

اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت

نشانیوں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور

آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بجا اختیار بول اٹھتے ہیں) ”

پروردگاریہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ

عبث کام کرے۔ پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“ جب اس

نے عظمت تخلیق دیکھی تو اس نے خالق کو یاد کیا، اس کی تسبیح بیان کی اسی کے بارے

میں غور و فکر کیا اور نتیجتاً دل کی گہرائیوں سے توجہ اور عجز و نیاز کے ساتھ اس کو یاد

کیا۔ پھر اس کے حضور میں آتش دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا اور گریہ

وزاری میں مشغول ہوا۔ ذکر کی بدولت زندہ ہونے کی تاثیر سے جس کے دل کی یہ

کیفیت ہو تو اس کا دل علم و عمل اور فہم و ادراک کی بہترین حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۙ وَ يَعْلَمُكُمْ اللّٰهَ ۙ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ**

عَلِيْمٌ (البقرہ ۲: ۲۸۲) ”اللہ کے غضب سے بچو، وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم

دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔“

پس جس نے اپنے رب کا ذکر کیا اس کا دل پاک و صاف ہو گیا، اس کا فہم بڑھ گیا، اللہ نے اس کے علم و فہم میں اضافہ کر دیا حتیٰ کہ اس کا دل صفائی اور شفافیت میں اس درجہ کو پہنچ گیا کہ وہ حق و باطل میں تفریق کر سکتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقٰنًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الانفال ۸: ۲۹) ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کرے گا اور تمہارے قصور معاف کرے گا، اللہ بڑا افضل فرمانے والا ہے،“ لیکن وہ جس کا دل مردہ ہو گیا وہ فہم و ادراک سے محروم ہو گیا کیوں کہ دل دو چیزوں، غفلت اور گناہ سے زنگ آلود ہوتا ہے، اور اس کی جلا دو چیزوں، استغفار اور ذکر سے ہوتی ہے۔ پس جو اکثر اوقات غفلت میں رہتا ہو تو اس کے دل پر زنگ تہہ بہ تہہ چڑھ جاتا ہے اور وہ زنگ اس کی غفلت کی نسبت سے ہوتا ہے۔ اور جب دل زنگ آلود ہو جاتا ہے تو اس میں معلومات کی صورتیں اپنی اصلی حالت میں منعکس نہیں ہوتیں۔ وہ باطل کو بصورتِ حق دیکھتا ہے اور حق کو بصورتِ باطل۔ کیوں کہ تہہ بہ تہہ زنگ سے دل تاریک تر ہو جاتا ہے اور اس میں حقائق کی صورتیں اصلی حالت میں نہیں آتیں۔ پس جب دل پر تہہ بہ تہہ زنگ چڑھ گیا اور وہ بہت سیاہ اور میلا کچھلا ہو گیا تو اس نے اس کے فہم و ادراک کو روک دیا۔ (الوابل

الصیب، ص ۸۹)

عبودیت اور استعانت

ذاکر، ذکر کے ساتھ اپنے رب کی بندگی کی حقیقت اور اس سے استعانت کی طلب کو اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے، کیوں کہ اذکار کے الفاظ اللہ کی عظمت کا اقرار اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کی توحید کا اعلان کرتے ہیں۔ جب ذاکر کہتا ہے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، تو اس کو اس کا شعور بھی ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اپنے رب کو واحد باور کیا، اس کی تعظیم کی تو وہ اس کی جناب میں اپنے فقر کا شعور رکھتا ہے، اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں گرا پڑا محسوس کرتا ہے اور اس کی مدد کا طلب گار ہوتا ہے۔ اگر دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو ذکر ہر طرح کے حالات میں ذاکر ہوتا ہے، نتیجتاً وہ ہر عمل کی ابتداء میں یا حالات کے بدلنے پر اللہ کو یاد کرتا ہے تو اسے اپنی حاجت یاد آ جاتی ہے جس کے لیے وہ اللہ سے مدد کی درخواست کرتا ہے، مثلاً جب وہ گھر سے نکلتا ہے تو اس موقع کے لیے ایک ذکر ماثور ہے۔ جب اس نے ذکر کے وہ الفاظ کہے تو اسے اپنے رب سے اپنی حفاظت اور اپنے رزق کے لیے مدد مانگنا یاد آ گیا اور جب وہ کسی موٹر کار یا کسی جانور پر سوار ہوا اور اس نے اللہ کا زبان سے ذکر کیا تو اس کے دل میں اللہ کی یاد آ گئی اور اسے اپنی حاجت کے لیے اللہ سے مدد مانگنے کا خیال آ گیا، اور اسی طرح سے جب اس نے لباس پہنایا اسے اتارا اور جب وہ سویا یا بیدار ہوا تو اس نے اللہ سے استعانت کی حاجت محسوس کی۔

بسم اللہ کمی مثال

ہم بسم اللہ کی واضح مثال لیتے ہیں جس کا ہر کام کے آغاز میں پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی رو سے مستحب ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”ہر وہ عمل جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہوا“۔ اعمال کے آغاز میں نیز کثیرا ذکر میں بسم اللہ وارد ہے۔ پس کھانا کھانے کے وقت بسم اللہ ہے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت بسم اللہ ہے اور اس کے دو معانی ہیں:

۱- جب بندے نے کہا بسم اللہ تو اس کو اپنا خالق و مالک یاد آیا اور یہ کہ وہ عاجز بندہ ہے جو مسلسل اللہ کا ذکر کرتا اور اسی کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کے فضل کا اعتراف کرتا رہتا ہے۔ دنیا میں لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر معاملے میں اپنے مالک کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ فرد کا نام اس کے مالک کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

حالانکہ اعلیٰ مثال تو اللہ ہی کی ہے جسے اللہ کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کا نام لیتا رہتا ہے۔

۲۔ بسم اللہ کہنے میں اللہ کی مدد کی طلب بھی ہے۔ جس طرح کہ کھانے کے وقت جب بندہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ کھاتا ہوں اور نکلنے کے وقت وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ نکلتا ہوں تو اس کے اندر بھی مدد کی طلب پائی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کے لیے مصائب برداشت کرنے اور آزمائشوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ کا ذکر بہت بڑی تاثیر کا حامل ہے۔ مصیبت کے وقت وہ کہتا ہے: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ (البقرہ ۱۵۶:۲) ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے“ تو اس کے نفس کو سکون اور دل کو اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کی عزیمت قوی اور اس کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ کا ذکر مشکل کو آسانی، تنگی کو فراخی اور مشقت کو خفیف کر دیتا ہے۔ اللہ کا ذکر شدت کے بعد خلاصی، تنگی کے بعد فراخی، رنج و غم کے بعد اس سے رہائی ہے۔ وہ ذاکر کو قوت مہیا کرتا ہے۔ ذکر کے ساتھ وہ کچھ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے جو اس کے بغیر نہیں کر سکتا۔ (الوابل الصیّب، ص ۱۶۳) جب حضرت فاطمہ بنت محمدؑ نے اپنے والد گرامی جناب رسول اللہ سے گھر کے کام میں معاونت کے لیے خادمہ مانگا تو آنحضرتؐ نے انھیں اور ان کے شوہر حضرت علیؑ سے فرمایا: ”کیا تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہے؟ جب تم بستر پر لیٹو تو اللہ کی تسبیح ۳۳ مرتبہ، تحمید ۳۳ مرتبہ اور تکبیر ۳۳ مرتبہ کرو۔ یہ تم دونوں کے لیے خادمہ سے بہتر ہے“ (متفق علیہ)۔

طمانیت و سکینت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد ۲۸:۱۳) ”جنہوں نے نبیؐ کی دعوت کو مان لیا، ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہنا اللہ کی یاد

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے اطلاع ہے کہ وہ اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے مطمئن کریں۔ وہ دلوں کے قلق و اضطراب کو زائل کر دے گا اور انھیں راحتیں اور لذتیں مہیا کرے گا۔ مزید یہ کہ وہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن ہوتے بھی نہیں۔ کیوں کہ دلوں کے لیے ان کے خالق کی محبت، اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ نہیں۔ (تفسیر السعدی، ج ۴، ص ۱۰۸)

طمأنیت، دل کا کسی چیز کے ساتھ سکون حاصل کرنا اور اضطراب و قلق کا خاتمہ ہے۔ (تہذیب المدارج، ص ۵۰۳)۔ ذکر کا سکون قلب خوش حالی و بد حالی، تنگی و فراخی ہر حال میں دائمی ہے۔

اگر ذکر سے یہاں مراد قرآن کریم ہے تو قرآن وہ ہے جس سے اہل ایمان کے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ دل ایمان اور یقین کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور ایمان و یقین کے حصول کا کوئی راستہ قرآن کریم کے علاوہ نہیں ہے۔ دل کا سکون اور اس کی طمانیت یقین سے ہے، جب کہ اس کا اضطراب اور قلق شک سے ہے۔ پس جس نے قرآن سے تعلق پیدا کر لیا تو اس سے اسے عقل کا اطمینان، نفس کی سکینت میسر آئی اور اس کے دل نے ایمان و یقین کے ساتھ سکون پالیا۔

ذکر برکت ہے

اللہ تعالیٰ کا ذکر، ذکرین کے افعال اور ان کے معمولات میں برکت پیدا کرتا ہے۔ ذکر منعم کی نعمت اور رازق کی عطا پر دل و دماغ میں اس کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ذکر منعم کے شکر اور اس کی حمد پر مشتمل ہے۔ جس نے اللہ کی نعمت کا اقرار کیا اور اس پر اس کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت اس کے لیے محفوظ فرمادی بلکہ اس میں اضافہ

فرمایا جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم ۱۴: ۷) ”اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔“

امام مسلم کی صحیح روایت کردہ حدیث پر غور کرو کہ حضورؐ نے فرمایا: ”اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندہ جب کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور جب کوئی مشروب پیتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے، اور یہ سب کچھ کھانا اور پینا سے کھلانے پلانے، عطا کرنے والے کی یاد دلاتا ہے۔“ پس وہ منعم کی عظمت کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے اور اس کی نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ہوئے جو کہ اس نے انسانوں کے لیے آسان فرمادی ہے اس کی حمد و شکر کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھتا ہے۔

پانی ہی کو لیجیے جو ایک نعمت ہے۔ اگر انسان کو اس سے محروم کر دیا جائے تو اس کی کتاب زندگی کا آخری صفحہ آ جائے اور وہ دنیا کو چھوڑ جائے۔ پانی کا ایک پیالہ شدید پیاس کی حالت میں پوری دنیا کے برابر ہے تو پھر ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہ تو اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں! کیا اس کی تذکیر و تنبیہ ہماری آنکھیں نہیں کھولتی؟ اَلَا يَغْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ الْحَلِيفُ الْخَبِيرُ (الملك: ۶۷: ۱۴) ”کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔“ کیا ہم اس کی تحذیر سے نہیں ڈرتے؟ اَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ اَجَا جًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ (الواقعه: ۵۶: ۶۸-۷۰) ”کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا، یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں، پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟“

ذکر سے برکت حاصل ہوتی ہے؛ جب کہ اس کو مٹانے والی چیز کو روک دیا جائے اور اہلیس کے تسلط اور کھانے پینے میں شرکت سے تحفظ حاصل کر لیا جائے۔ حدیث میں ہے: ”شیطان آدمی کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کھانے پینے میں حصہ دار بن جاتا ہے؛ جب کہ اسے وہاں سے ہٹانے والا کوئی ذکر نہ ہو؛ روکنے والا کوئی مضبوط قلعہ نہ ہو اور اس کو رد کرنے والی کوئی دعا نہ ہو۔“

بیشتر لوگ اس ذکر مسنون سے بے خبر ہیں جو آدمی کو اپنی اہلیہ کے ساتھ مباشرت کے موقع پر کرنا چاہیے۔ غلبہ خواہش کے وقت اسے بھول جاتے ہیں؛ حالانکہ وہ بڑا اہم ذکر ہے۔ اللہ نے جو اولاد ان کے مقدر میں لکھی ہو اس کے حفظ و امان میں اس ذکر کی تاثیر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنَّهُ يُقَدِّرُ بَيْنَهُمَا وَلَدًا لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا (متفق

علیہ) ”جب تم میں سے کوئی بیوی کے پاس جاتے وقت بسم اللہ کہے اور یہ کہے ”اے اللہ! تو شیطان کے شر سے ہمیں بچا اور جو اولاد ہمیں عطا کرے اسے بھی بچا تو اگر ان کے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“ اس حدیث میں مذکور اس حفاظت کے معانی میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیطان اس پر اللہ کے نام کی برکت کی وجہ سے کبھی غالب نہ آئے گا۔ اس میں وہ سارے بندے پیش نظر ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے: إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ (الحجر ۱۵: ۴۲) ”بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بھکے ہوئے لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں۔“

اجرو ثواب کے ان عظیم فوائد اور آثار پر غور کرو؛ نیز حفظ و سلامتی زندگی اور علم، برکت اور نعمت، عبودیت اور استعانت اور جو اس سے بھی عظیم تر ہے اس پر غور کرو۔

کیا تم اپنے نفس کے لیے بخل کرنے اور اسے ان بھلائیوں اور برکتوں سے محروم رکھنے پر راضی ہو؟ کیا تم اجر سے بے نیاز ہو کر ذکر کو ترک کر دو گے؟ جب کہ وہ اجر کا بڑا ذریعہ اور سبب ہے؟

تم کیسے اپنے نفس کو شیطان کی تیر اندازی اور اپنے دل کو اس کے غلبے کے لیے کھلا چھوڑ دو گے؟ جب کہ تم ذکر کرنے والوں میں سے نہ ہوئے؟ اور تم اپنے دل کے روگ اور اس کی موت کا احساس نہ کرو گے؟ جب تم منکر پر نکیر نہ کرو گے اور اللہ کی حرمت کی حفاظت کے حریص نہ بنو گے؟

تم کیسے اپنے ضعفِ فہم اور قلتِ علم کی طرف توجہ کرو گے؟ جب کہ تم غافل رہو گے؟ اور تم کیسے اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے رازق اور نعمتوں کے عطا کرنے والے کے ذکر سے غافل بنو گے؟ بلاشبہ ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں پسند نہیں بلکہ تم ان سب سے پناہ مانگتے ہو۔ لہذا ذکر کی طرف بڑھو، اس کے خواہش مند بنو اور اس میں سے مسنون اذکار حفظ کر لو، ان کے ساتھ اپنے دل کو متحرک کرو اور اپنی عقل کو ان میں مشغول رکھو، اور اپنی زبان کو ان کے ساتھ تر رکھو تا کہ تم ذکرین میں شمار کیے جاؤ اور علیین میں اٹھائے جاؤ۔

ذکر کی صفات و خصوصیات

ذکر کی اس تاثیر اور اجر کے ساتھ کچھ ایسی خصوصیات بھی ہیں جو ان کو اختیار کرنے میں مددگار ہیں۔

سہولت و آسانی

ذکر سہل ہے، مشکل نہیں۔ وہ کسی بدنی عمل کا محتاج نہیں اور نہ ذہنی کاوش ہی کا وہ

استحضار قلب اور تعاونِ نفس کے ساتھ زبان سے ادا لگی ہے، جب کہ دوسری

عبادات میں بڑی محنت ہوتی ہے۔

رمضان کے روزوں میں بھوک و پیاس کی مشقت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ میں بذل و انفاق کی نفسیاتی مشقت ہوتی ہے۔ حج میں سفر اور مناسک کی ادا گی میں بدنی مشقت ہوتی ہے۔ مگر ذکر سب سے زیادہ آسان عبادت ہے اور پھر وہ ان میں سے برتر و افضل بھی ہے، جب کہ وہ زبان کی حرکت، اعضا و جوارح کی حرکات میں سے سب سے ہلکی اور آسان ہے۔ (الوابل الصیب، ص ۹۷)

مزید برآں ذکر کی کوئی شرائط نہیں ہیں، مثلاً نماز کے لیے وضو اور وقت کا ہونا ناگزیر ہے، اور حج کے لیے بیت اللہ کا قصد ضروری ہے، اور زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار ہے، اور روزوں کے لیے رمضان کا چاند نظر آنا ضروری ہے، لیکن ذکر میں اس طرح کی کوئی قید نہیں۔ وہ جملہ عبادات میں سے سب سے زیادہ آسان ہے جس میں کوئی محنت و مشقت نہیں۔ عبید بن عمیر نے اس بارے میں کہا ہے: ”اگر یہ رات تم پر بھاری ہے کہ تم اس کی مشقت جھیلو، اور اگر تم نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا ہے، اور اگر تم دشمن خدا سے لڑنے سے اجتناب کرتے ہو تو کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر کرو۔“

جامعیت اور تنوع

ذکر بلا قید دن اور رات کے تمام اوقات پر مشتمل ہے۔ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا

وَمِنْ أَنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ (طہ: ۳۰-۳۱) ”پس اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو، اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی، شاید کہ تم راضی ہو جاؤ۔“ اس کی ادا گی ہر جگہ اور ہر حال میں بیٹھے، کھڑے اور لیٹے کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد

اس مرحلے پر ہم رسول اللہ کے معمول مبارک سے متعارف ہوتے ہیں کہ حضورؐ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور ذکر میں تنوع وہ خصوصیت ہے جو بہت سارے اذکار مسنون کے ضمن میں نمایاں ہے۔ دعائے استفتاح میں رسول اللہ سے متنوع صورتیں وارد ہیں اور صبح و شام کے بہت سے اذکار ہیں جن میں سے بعض دوسروں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

ہم آہنگی و بلا واسطہ

ذکر جس میں قلب زبان کے ساتھ ہوتا ہے، نفس پر اس کی عظیم اور براہ راست تاثیر ہوتی ہے، اس لحاظ سے کہ وہ زبان کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے۔ جس پر کوئی

مصیبت آپڑی اور اس نے کہا: انا لله وانا اليه راجعون اور لا حول و لا قوة الا بالله تو اس نے شرح صدر اور اطمینان قلب محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو“ (البقرہ ۲: ۱۵۲-۱۵۳)۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت ہر مصیبت میں جائے پناہ اور ہر تکلیف میں موجب راحت ہے۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ ابن القیم نے کہا ہے: ”ذکر کی تین قسمیں ہیں: وہ ذکر جس میں دل زبان کا رفیق ہو، وہ سب سے اونچا درجہ ہے۔ اور دل کے ساتھ ذکر اس کا دوسرا درجہ ہے۔ اور صرف زبان سے ذکر اس کا تیسرا درجہ ہے۔“ (تہذیب

المدارج، ص ۲۶۷)

ابن حجرؒ نے کہا ہے: ”ذکر بعض اوقات زبان سے ہوتا ہے اور اس پر ذاکر کو اجر دیا جاتا ہے اور اس کے معانی کا استخراج شرط نہیں ہے۔ لیکن وہ اس سے مشروط ہے کہ اس کا مقصود اس کے معنی کے علاوہ کچھ اور نہ ہو اور اگر الفاظ کے ساتھ دل کو ملایا جائے تو وہ کامل تر ہے۔ اگر زبان و قلب کے ساتھ معنی کو جمع کر لیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر مشتمل ہو اور اس کے نقائص سے مبرا ہو تو اس کے کمال میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر یہ ذکر نماز اور جہاد جیسے دیگر فرائض میں واقع ہو تو اس کا کمال اور بڑھ جائے گا۔ اگر اس میں توجہ بھی درست ہو اور نیت بھی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو کمال آخری حد کو پہنچ جائے گا“ (الفتح، ج ۱۱، ص ۲۰۹)۔

فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے: ”زبان کے ذکر سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اللہ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تمجید پر دلالت کرتے ہوں۔ دل کے ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے شواہد میں غور و فکر کرنا ہے۔ اللہ کی تخلیق کے آثار میں غور و فکر نیز اوامرو نواہی کے دلائل میں سوچ بچار حتیٰ کہ بندہ ان کی حکمت سے آگاہ ہو جائے۔ اعضاء جسمانی کے ساتھ ذکر دراصل طاعات میں شدت انہماک ہے“۔

(الفتح، ج ۱۱، ص ۲۰۹)

ابن القیمؒ نے کہا ہے: ”ذکر کی تین قسمیں ہیں: ثنا، دعا اور رعایت۔ ذکر ثنائیوں ہے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ ذکر دعا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَكَنَةً وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف ۷: ۲۳)“ اے رب ہم نے اپنے اوپر ستم کیا اور اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گمراہ ہو جائیں گے۔ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔ اور جہاں تک ذکر رعایت کا تعلق ہے تو وہ ذاکر کے اس قول کے مثل ہے: اللھم معی اللھ ناظر علی اللھ

شامدی، اور اس طرح کا ذکر جس سے اللہ کے ساتھ حضورؐ کی تقویت استعمال

اور اس میں دل کی اصلاح کی رعایت ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کی حفاظت اور غفلت اور شیطان اور نفس کی برائی سے اجتناب ہو۔ (تہذیب المدارج ص ۴۶۸)

ذکر کس لیے؟

[اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے فرمایا: ”اے نبیؐ، اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو۔ دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ (الاعراف ۷: ۲۰۵)

یاد کرنے سے مراد نماز بھی ہے اور دوسری قسم کی یاد بھی، خواہ وہ زبان سے ہو یا خیال سے۔ صبح و شام سے مراد یہی دونوں وقت بھی ہیں اور ان اوقات میں اللہ کی یاد سے مقصود نماز ہے، اور صبح و شام کا لفظ ”دائماً“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس سے مقصود ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہنا ہے۔۔۔۔۔ اس کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ تمہارا حال کہیں غافلوں کا سانہ ہو جائے۔ دنیا میں جو کچھ گمراہی پھیلی ہے اور انسان کے اخلاق و اعمال میں جو فساد بھی رونما ہوا ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ خدا اُس کا رب ہے اور وہ خدا کا بندہ ہے اور دنیا میں اُس کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد اسے اپنے رب کو حساب دینا ہوگا۔ پس جو شخص راہِ راست پر چلنا اور دنیا کو اُس پر چلانا چاہتا ہو اُس کو سخت اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ بھول کہیں خود اُس کو لاحق نہ ہو جائے۔

(تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۱۱۴-۱۱۵)

[ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ”یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اُتاری گئی ہے۔“ (النحل

(۲۴: ۱۶)

تشریح و توضیح صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اور اپنی رہنمائی میں ایک پوری مسلم سوسائٹی کی تشکیل کر کے بھی اور ’ذکر الہی‘ کے منشا کے مطابق اُس کے نظام کو چلا کر بھی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہ حکمت بیان کر دی ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ لازماً ایک انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا جائے۔ ’ذکر‘ فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جاسکتا تھا۔ براہ راست چھاپ کر ایک ایک انسان تک بھی پہنچایا جاسکتا تھا۔ مگر محض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت و ربوبیت اس کی تزیل کی متقاضی تھی۔ اُس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ اس ’ذکر‘ کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے۔ وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اس کا مطلب سمجھائے۔ جنہیں کچھ شک ہو ان کا شک رفع کرے۔ جنہیں کوئی اعتراض ہو ان کے اعتراض کا جواب دے۔ جو نہ مانیں اور مخالفت اور مزاحمت کریں ان کے مقابلے میں وہ اُس طرح کارویہ برت کر دکھائے جو اس ’ذکر‘ کے حاملین کی شان کے شایاں ہے۔ جو مان لیں انہیں زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے متعلق ہدایات دے ان کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے اور ان کو انفرادی و اجتماعی تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا پورا اجتماعی نظام ’ذکر‘ کے منشا کی شرح ہو۔ (ایضاً، ص

[۵۴۳]

اے میرے بھائی اور اے میری بہن!

تم نے دیکھ لیا ہے کہ ذکر میں کتنی بھلائیاں ہیں۔ وہ کتنا سہل و آسان ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ اوقات کے حوالے سے اس میں کتنی وسعت ہے؟

عظیم نعمتیں ہیں جو اللہ نے ہماری طرف بھیجی ہیں، تو کیا ہم ان سے غافل رہیں اور محرومین میں سے ہو جائیں؟ ہماری زندگی میں غفلت، اچانک وارد ہونے والا خطرہ ہے۔ دل بہلاوے اور اکتاہٹیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ جھوٹ اور گھٹیا کلام، ناجائز دولت، گستاخ شاعری، غیبت کی اشاعت، چغلی کی کثرت، باہمی گالی گلوچ اور بڑی برائیوں کے ساتھ زبان درازی کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے اور اس سب کچھ نے قلب کے نور کو بجھا دیا ہے اور اس کی قسوت کو بڑھا دیا ہے۔ بلائیں بڑھ گئی ہیں اور مصیبتیں شدید ہو گئی ہیں، جب کہ اللہ کے سوا انھیں کوئی دور کرنے والا نہیں۔

غفلت بلاشبہ دنیا میں بیماری ہے، اور آخرت میں ندامت و بدبختی۔ رسول اللہ نے فرمایا: ”جو لوگ بیٹھے اور اس نشست میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ نشست ان کے لیے حسرت اور خسران کا باعث ہوگی۔ اللہ چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا“ (ترمذی)۔ افسوس اور حسرت ہے غفلت شعاروں پر! ذکر کی مجالس فرشتوں کی مجالس ہیں اور غفلت کی مجالس شیطان کی مجالس ہیں، اور جس کی جس کے ساتھ نسبت ہے وہ اسی کی مثل ہے (الوابل الصیْب، ص ۱۵۸)۔ تم دونوں میں سے کس فریق کے ساتھ ہونا چاہتے ہو؟

آخر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول ہے: ”ذکر دل کے لیے ایسا ہی ہے جیسا مچھلی کے لیے پانی۔ مچھلی جب پانی سے جدا ہوتی ہے تو اس کا کیا حال ہو جاتا ہے؟ (الوابل الصیْب، ص ۹۳)۔ یہ وہ معروف سوال ہے جس کا جواب ہے: ”احتیاط، غفلت سے احتیاط اور اللہ ہی اللہ کا ذکر“۔

بعید نہیں کہ اللہ ہمیں ذاکرین میں سے بنا دے اور ذکر کی بدولت ہمارے اجر بڑھا دے، اس کے لیے ہمارے سینوں کو کھول دے اور اس کے باعث ہمارے رنج و غم مٹا دے اور اس کے ساتھ ہماری روحوں کو راحت حاصل ہو!

اللَّهُمَّ اَعِنَّا عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی بہترین عبادت میں ہماری مدد فرما۔

